

مٹادیں۔ اور چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے ان کے مخالفوں نے باعث اس تکبر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل اور دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں۔ مال میں۔ کثرتِ جماعت میں۔ عزت میں۔ مرتبہ میں دوسرے فرقے سے برتر خیال کرتے ہیں اُسوقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو۔ بلکہ وہ ان راستبازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اٹھا نہیں رکھا تھا۔ اور ان کو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیروں میں اور پھر اس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے۔ سو اسی خوف سے جو ان کے دلوں میں ایک دغبناک صورت میں بیٹھ گیا تھا۔ نہایت جاہلانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں۔ اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوح انسان کے فخر ان شریہ درندوں کی تنواریوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تقسیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شرکاء ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کے خونوں سے کوچے سرفس ہو گئے پراہنوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پراہنوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بادیا پتھر مارا کر خون سے آلودہ کیا گیا۔ مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ ردوشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا۔ تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑونگا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے نفلوں میں جہاد نام رکھا گیا۔ اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں آیت تک موجود ہے یہ ہے :- اِذْ نَالِدِیْنِ یَقَاتِلُوْنَ بِاَنفُسِهِمْ ظَلْمًا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ دِیَارِہُمْ بَعِیْ حَقِّ۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص ۱۰۰)

دوسری نصیحت اگر پادری صاحبان نہیں تو یہ ہے کہ وہ ایسے اعتراض سے پرہیز کریں جو خود ان کی کتب مقدسہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بڑا اعتراض جس سے بڑھکر شاید ان کی نظر میں اور کوئی اعتراض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ ان کفار سے کرنی پڑیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ برس تک انواع و اقسام کے ظلم کئے اور ہر ایک طریق سے ستایا اور دکھ دیا اور پھرتل کا ارادہ کیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ اپنے اصحاب کے مکہ چھوڑنا پڑا اور پھر بھی باذن آئے۔ اور تعاقب کیا اور ہر ایک بے ادبی اور تکذیب کا حصہ لیا اور جو مکہ میں ضعیف مسلمانوں میں رہ گئے تھے ان کو غایت درجہ دکھ دینا شروع کیا۔ لہذا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ ان پر موافق سنت قدیمہ الہیہ کے کوئی عذاب نازل ہو اور اس عذاب کی وہ قویں بھی سزا دار تھیں جنہوں نے مکہ والوں کو مدد دی اور نیز وہ قویں بھی جنہوں نے اپنے طور سے ایذا اور تکذیب کو اتہاتک پہنچایا۔ اور اپنی طاقتوں کے سلام کی اشاعت سے مانع آئے۔ سو جنہوں نے اسلام پر تلوا رہیں اٹھائیں وہ اپنی شوخیوں کی وجہ سے تلواروں سے ہی ہلاک کئے گئے۔ اب اس صورت کی لڑائیوں پر اعتراض کرنا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی ان لڑائیوں کو بھلا دینا جن میں لاکھوں شیرخوار بچے قتل کئے گئے کیا یہ دیانت کا طریق ہے یا ناحق کی شرارت اور خیانت اور فساد انگیزی ہے۔ اس کے جواب میں حضرات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں بہت ہی نرمی پائی جاتی ہے کہ اسلام لانے پر چھوڑا جاتا تھا۔ اور شیرخوار بچوں کو قتل نہیں کیا اور نہ عورتوں کو نہ بڑھوں کو اور نہ فقیروں اور مسافروں کو مارا۔ اور نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے گرجاؤں کو مسمار کیا۔ لیکن اسرائیلی نبیوں نے ان سب باتوں کو کیا۔ یہاں تک کہ تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ شیرخوار بچے قتل کئے گئے۔ گویا حضرات پادریوں کی نظر میں اس نرمی کی وجہ سے اسلام کی لڑائیاں قابل اعتراض ٹھہریں کہ ان میں وہ سختی نہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی لڑائیوں میں تھی۔ اگر اس درجہ کی سختی پر یہ لڑائیاں بھی ہوتیں تو قبول کر لینے کہ درحقیقت یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اب ہر ایک عقلمند کے سوچنے کے لائق ہے کہ کیا یہ جواب ایمان داری کا جواب ہے؟ حالانکہ آپ ہی کہتے ہیں کہ خدا رحم سے اور اس کی سزا رحم سے خالی نہیں۔ پھر جب موسیٰ کی لڑائیاں باوجود اس سختی کے قبول کی گئیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ٹھہریں تو کیوں اور کیا وجہ کہ یہ لڑائیاں جو الہی رحم

کی خوشبو ساتھ رکھتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوئیں؟ اور ایسے لوگ کہ ان باتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے احکام سمجھتے ہیں کہ شیر خوار بچے اُن کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائیں اور ماؤں کو اُن کے بچوں کے سامنے بے رحمی سے مارا جائے وہ کیوں ان لڑائیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھیں جن میں یہ شرط ہے کہ پہلے مظلوم ہو کر پھر ظالم کا مقابلہ کرو۔

(آیہ دھرم ص ۸۱-۸۳ حاشیہ)

اگر تلوار کے ذریعہ سے خدا کا عذاب نازل ہونا خدا کی صفات کے مخالف ہے تو کیوں نہ یہ اعتراض ازل موسیٰ سے ہی شروع کیا جائے جس نے قوموں کو قتل کر کے خون کی نہریں بہادیں اور کسی کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔ قرآنی جنگوں نے تو توبہ کا دروازہ کھلا رکھا۔ جو عین قانونِ قدرت اور خدا کے رحم کے موافق ہے کیونکہ اب بھی جب خدا تعالیٰ طاعون اور مہیضہ وغیرہ سے اپنا عذاب دنیا پر نازل کرتا ہے تو ساتھ ہی طیبیوں کو ایسی ایسی بوٹیاں اور تندرینوں کا بھی علم دے دیتا ہے جس سے اس آتشِ دہار کا اندازہ ہو سکے۔ سو یہ موسیٰ کے طریقِ جنگ پر اعتراض ہے کہ اس میں قانونِ قدرت کے موافق کوئی طریق بچاؤ قائم نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض جگہ قائم بھی کیا گیا ہے مگر کلی طور پر نہیں۔ الغرض جبکہ یہ سنتِ اللہ یعنی تلوار سے ظالم منکروں کو ہلاک کرنا قدیم سے چلی آتی ہے تو قرآن شریف پر کیوں خصوصیت کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے؟ کیا موسیٰ کے زمانہ میں خدا کوئی اور تھا؟ اور اس ایام کے زمانہ میں کوئی اور ہو گیا؟ یا خدا کو اُس وقت لڑائیاں پیاری لگتی تھیں اور اب بُری دکھائی دیتی ہیں؟

اور یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اول آپ تلوار اٹھائیں۔ اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اول آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کا فر بادشاہ کے تخت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔ قرآن کے رو سے یہ بد معاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن تورات نے یہ فرق کسی جگہ نہیں کھول کر بیان فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنے جلالی اور جمالی احکام میں اس خطِ مستقیمِ عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے۔ جس کی نظیر دنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں۔

(انجامِ آئینہ ص ۳۷)

یاد رہے کہ ہمارے مخالفین کی یہ بُری زیرِ دستی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں

کہ اہامی ہدایت ایسی ہونی چاہیے جس کے کسی مقام اور کسی محل میں دشمنوں کے مقابلہ کی تعلیم نہ ہو اور ہمیشہ علم اور نرمی کے پیرایہ میں اپنی محبت اور رحمت کو ظاہر کرے۔ ایسے لوگ اپنی دانست میں خدائے عزوجل کی بڑی تعظیم کر رہے ہیں کہ جو اس کی تمام صفاتِ کاملہ کو صرف نرمی اور ملائمت پر ہی ختم کرتے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں فکر اور غور کرنے والوں پر باسانی کھل سکتا ہے کہ یہ لوگ بڑی موٹی اور فاش غلطی میں مبتلا ہیں۔ خدا کے قانونِ قدرت پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے لئے وہ رحمتِ محض تو ضرور ہے مگر وہ رحمت ہمیشہ اور ہر حال میں نرمی اور ملائمت کے رنگ میں ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر امرِ رحمت کے تقاضا سے طیبِ عاذق کی طرح کبھی شربتِ شیریں ہمیں پلاتا ہے اور کبھی ددائی تلخ دیتا ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۳۷)

تمام سچے مسلمان جو دنیا میں گزرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو توار سے پھیلانا چاہیے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے پس جو لوگ ہمان کہلا کر عرف ہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو توار سے پھیلانا چاہیے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔

(تریاق القلوب ص ۳۵ حاشیہ)

قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کیلئے تلوار مت اٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو۔ اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو۔ اور یہ مت خیال کرو کہ ابتداء میں اسلام میں تلوار کا حکم ہوا۔ کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حلوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی۔ مگر دین کیلئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا۔

(ستارہ قیصریہ ص ۱۶)

میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا فِي الدِّينِ یعنی دینِ اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کون سے سامان تھے؟ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دین مو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں اور جب ہزار تک پہنچ جاویں

تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے میں اور دین کو دشمن کے حملے سے بچانے کیلئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سرکٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے بہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلائے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویش نہ طور پر سختی اٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں اور پھر ہر ایک قسم کی صعوبت اٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوتِ اسلام کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے بابرکت دغظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصّہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایماناً کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔

(پیغام صلح ۵۳-۵۴)

مسح موعود دنیا میں آیا ہے تاکہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دُور کرے۔
 اور اپنے حجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اس کی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اس کے حقائق و معارف و حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ تمام لوگ آگاہ رہیں جو اسلام کے بزرگ شمشیر پھیلائے جانے کا اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کے لئے کسی جبر کی محتاج نہیں ہیں۔ اگر کسی کو شک ہے تو وہ سیریاں رہ کر دیکھ لے کہ اسلام اپنی زندگی کا ثبوت براہین اور نشانات سے دیتا ہے۔

اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور اس نے ارادہ فرمایا ہے کہ ان تمام اعتراضوں کو اسلام کے پاک وجود سے دُور کر دے جو خبیث آدمیوں نے اس پر کئے ہیں۔ تلوار کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کا اعتراض کرنے والے اب سخت شرمندہ ہونگے۔

(ملفوظات جلد سوم ص ۱۴۱)

أَمَّا الْعَقِيدَةُ الْمَشْهُورَةُُ (عنی قول بعض العلماء أَنَّ الْمَسِيحِيَّةَ الْمَوْعُودُ
 يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَيُقَاتِلُ الْكُفَّارَ وَلَا يَقْبَلُ الْجَزِيَّةَ بَلْ أَمَّا الْقَتْلُ وَأَمَّا الْإِسْلَامُ

فاعلموا أنّها باطلَةٌ ومملوَةٌ من انواع الخطاء والزلیّة ومن امور تخالف نصوص القرآن وماھی الاّ تلبیسات المفتونین -

(نور الحق حصہ اول ص ۷۱)

اسلام میں جبر کو دخل نہیں - اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں :-

(۱) دفاعی طور پر یعنی بہ طریق حفاظت خود اختیاری -

(۲) بطور مزا یعنی خون کے عوض میں خون -

(۳) بطور آزادی قائم کرنے کے - یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے

پر تعلق کرتے تھے -

پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبراً اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی **خونی مہدی** یا **خونی مسیح** کی انتظار کرنا مہر سرغوا اور یہودہ ہے - کیونکہ ممکن نہیں کہ ترائی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے -

(مسیح ہندوستان میں ص ۱۱)

سوچنا چاہیے کہ اگر مثلاً ایک شخص ایک پھے مذہب کو اس درجے سے قبول نہیں کرتا کہ وہ اسکی سچائی اور انکی پاک تعلیم اور اس کی خوبیوں سے ہنوز ناواقف اور بے خبر ہے تو کیا ایسے شخص کے ساتھ یہ برتاؤ مناسب ہے کہ بلا توقف اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ ایسا شخص قابلِ رحم ہے اور اس لائق ہے کہ نرمی اور خلق سے اس مذہب کی سچائی اور خوبی اور روحانی منفعت اس پر ظاہر کی جائے - نہ یہ کہ اس کے انکار کا تلوار یا بندوق سے جواب دیا جائے - لہذا اس زمانے کے ان اسلامی فرقوں کا مسئلہ جہاد اور پھر اس کے ساتھ یہ تعلیم کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک **خونی مہدی** پیدا ہوگا جس کا نام **امام محمد** ہوگا اور مسیح اس کی مدد کے لئے آسمان سے اترے گا اور وہ دونوں مل کر دنیا کی تمام غیر قوموں کو اسلام کے انکار پر قتل کر دینگے نہایت درجہ اخلاقی مسئلہ کے مخالف ہے - کیا یہ وہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو انسانیت کے تمام پاک قومی کو معطل کرتا اور درندوں کی طرح جذبات پیدا کر دیتا ہے - اور ایسے عقائد والوں کو ہر ایک قوم سے منافقانہ زندگی بسر کرنی پڑتی ہے -

(مسیح ہندوستان میں ص ۱۱)

یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پرجوش و غفلتوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنا دیں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں کے بے نصیب کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی ان سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں۔ جن کا نتیجہ دردناک خونریزیاں ہیں۔ یہ لوگ جب حکام وقت کو ملتے ہیں تو اس قدر سلام کے لئے جھکتے ہیں کہ گویا سجدہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جب اپنے ہم جنسوں کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو بار بار اصرار ان کا اسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دار الحکومت ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور تھوڑے ہیں جو اس خیال کے انسان نہیں ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سرسرخ غلط اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جیسے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ ماننا ہو اور اس کے برخلاف ہو اس کا نام دجال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی مدت سے اسی فتوے کے پیچھے ہوں مگر وہ یاد رکھیں کہ درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔ یہ خیال ان کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد ردا رکھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ کہ اب حرام ہو جائے۔ اس کے ہمارے پاس دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ خیال قیاس مع الفارق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اٹھائی۔ بجز ان لوگوں کے جنہوں نے پہلے تلوار اٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیزگار مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا۔ اور ایسے درد انگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی ان قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کر لیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعودہ ظاہر ہو جائیگا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائیگا اور نہ کوئی اور زمین ہتھیار نہ کھنڈیں پکڑے گا بنا کہ اس کی دعا اسکا

حریر ہوگا اور اُس عقیدہ سمیت اُس کی تلوار ہوگی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور
 شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا۔ اور اس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ
 ہوگا۔ ہائے افسوس کیوں یہ لوگ خود نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ سیح موعود کی شان
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے کلمہ بیضح الحرب جاری ہو چکا ہے
 اسے اسلام کے عالمو اور مولویو! میری بات سنو! میں سچ کہتا ہوں
 کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے۔ خدا کے پاک نبی کے نافرمان مت بنو۔ مسیح موعود جو آنے والا
 تھا آچکا اور اس نے حکم بھی دیا کہ اُنہندہ مذہبی جنگوں سے جو تلوار اور کشت و خون کے ساتھ
 ہوتی ہیں باز آجاؤ۔ تو اب بھی خون ریزی سے باز نہ آنا اور ایسے دغظوں سے مُند بند نہ کرنا
 طریق اسلام نہیں ہے۔ جس نے مجھے قبول کیا ہے وہ نہ صرف ان دغظوں سے مُند بند کرے گا
 بلکہ اس طریق کو نہایت بُرا اور موجب غضب الہی جانے گا.....

غرض اب جب سیح موعود آگیا تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاد سے باز آوے۔ اگر
 میں نہ آیا ہوتا تو شاید اس غلط فہمی کا کسی قدر عذر بھی ہوتا۔ مگر اب تو میں آگیا اور تم نے وعدہ
 کا دن دیکھ لیا۔ اس لئے اب مذہبی طور پر تلوار اٹھانے والوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر
 نہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ
 سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کار بند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد
 نہیں ہے۔ بلکہ یہ نفس آمارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو
 مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔

جاہل مولویوں نے خدا ان کو ہدایت دے عوام کا لانعام کو بڑے دھوکے دیئے ہیں۔ اور
 بہشت کی کبھی امی عمل کو قرار دے دیا ہے۔ جو صریح ظلم اور بے رحمی اور انسانی اخلاق کے
 برخلاف ہے۔ کیا یہ نیک کام ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے۔
 اور ہم اس قدر اس سے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تاہم
 ہم نے اس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا ہے۔ کیا یہی دینداری ہے؟
 اگر یہ کچھ نیکی کا کام ہے تو پھر درندے ایسی نیکی کے بجالانے میں انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔
 سبحان اللہ وہ لوگ کیسے راستباز اور نبیوں کی رُوح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکہ میں
 اُن کو یہ حکم دیا کہ ہدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پا کر

شیرخوار بچوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے۔ گویا نہ ان کے ہاتھوں میں زور ہے نہ انکے بازوؤں میں طاقت.....

افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہمدردی کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ بدشنامی بھی نہیں وہ کسی دکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مشغول ہے۔ اور ہم نے بے وجہ بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے؟ نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ۵-۱۲)

دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو۔ جہاں سرج موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی سرج جب آئیگا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیگا۔ سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی جسم کو نرتی دیں اور درد مندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلیگا اور اس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہو گا۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دور کر دکھلایا ہے ایسا ہی اب وہ روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہونگے اور بہت سی چٹکیں پیدا ہونگی جن سے بہت سی آنکھیں کھل جائیں گی۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ۱۲-۱۵)